کے ساتھ ہے کہ فوج اسلامی ہو، حدود اللہ کی پابند ہو اور اُن بد معاشیوں سے پاک ہو جن میں آجکل کی فوجوں نے ناموری حاصل کر رکھی ہے۔ W.A.C کے معصوم نام سے عورتوں کو بھرتی کرنا اور پھر بدمعاش سپاہیوں اور افسروں کے لئے ان سے قحبہ گری کی خدمت لینا وہ شیطانی کام ہے جس کے لئے کوئی گنجائش برائے نام بھی اسلامی تہذیب میں نہیں نکل سکتی۔

# قومی فسادات کے سلسلہ میں ہمارا فرض

سوال:- گذشتہ دنوں یہاں کے متوقع فساد کے سلسلہ میں میں نے آپ سے جو سوالات کئے تھے ان کے جواب سے مجھے بڑی حد تک تو اطمینان ہو گیا مگر میرے ایک دوست نے چند مزید سوالات پیش کئے ہیں جو واقعی غور طلب ہیں۔ ہم ایک ہندو اسٹیٹ میں رہتے ہیں جہاں برطانوی ہند کے مقابلہ میں کتنی ہی زاید پابندیاں عائد ہیں۔ محض نماز روزہ کی آزادی ہے، اور یہ آزادی بھی برادران وطن کی نگاہوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہے۔ ان کو تو ہمارے نام سے نفرت ہے، اور جو مسلمان جتنا ہی زیادہ پابند شرع ہے وہ اتنا ہی زیادہ ان کے بغض کا مستحق ہے۔ ان حالات میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "جماعت اسلامی کی پالیسی تو ایسے فسادات میں غیر جانبدار رہے گی اور وہ صرف مظلوم کو مظلوم اور ظالم کو ظالم کہے گی اور بوقت ضرورت بے لاگ گواہیاں دے گی۔" تو کیا ہم اس وقت تک خاموش بیٹھے رہیں جب کہ ہمیں گواہی دینے کا موقع آئے؟ شہر میں فرقہ وارانہ فساد کے شعلے بھڑک اٹھیں اور ہم دیکھتے رہیں کہ کون کس پر ظلم کرتا ہے؟ پھر جو قوم صرف مسلمان کے نام کی دشمن ہے وہ ایسے مواقع پر کیونکر ہم پر ہاتھ اُٹھانے سے باز رہے گی کہ ہم فساد میں شریک نہیں ہیں اور صرف تماشہ بین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز اگر میرے کسی مسلمان پڑوسی پر غیر مسلموں نے ظالمانہ طور پر حملہ کر دیا تو اسلامی نقطۂ نظر سے میرے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ خاموش بیٹھا دیکھتا رہوں اور اس کی جان بچانے کے لئے اپنی جان خطرہ میں نہ ڈال دوں؟

موصوف یہ سوال کرتے ہوئے بطور خود کتاب و سنت کی روشنی میں اس کے دو حل بتاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر ہم مقابلہ کی قوت رکھتے ہوں تب تو اپنی مدافعت کی خاطر ان کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ دوسرا یہ کہ چونکہ ہم اقلیت میں ہیں اس لئے ایسی جگہ ہجرت کر جائیں جہاں ہماری اکثریت ہو۔

امید ہے کہ آنجناب ان حالات میں ہماری مناسب رہنمائی فرمائیں گے۔ ادھر ریاست کے مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ان میں پچاس فی صدی بالکل جاہل اور آبا پرست اور پچیس فی صدی نیم خواندہ مگر پکے پیر پرست، بقیہ پچیس فیصدی تعلیم یافتہ مگر ان میں سے بیس علم دین سے کورے اور خانقاہیت سے متاثر اور باقی پانچ دنیا کے بندے۔

**جواب** ۔ آپ نے ریاست گوالیار کے مسلمانوں کی جو حالت لکھی ہے اس کو پڑھ کر افسوس ہوا، لیکن افسوس کرنے سے وہ حق ادا نہیں ہوتا جو ہم پر اور آپ پر عاید ہوتا ہے۔ بندگان خدا جس قدر زیادہ گمراہی اور اخلاقی پستی میں مبتلا ہوں اسی قدر زیادہ شدت کے ساتھ ایک مومن پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ان کی اصلاح کے لئے کوشش کرے۔

آپ نے جن صاحب کا سوال نقل کیا ہے ان کی خدمت میں میری طرف سے عرض کر دیجئے کہ اگر سوال محض بیٹھنے اور تماشہ دیکھنے کا ہوتا تو یقیناً میرا جواب کچھ اور ہوتا۔ میں نے جو جواب اس سے پہلے متوقع فساد کے سلسلہ میں دیا تھا وہ دراصل ان لوگوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیا تھا جو جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ جماعت اسلامی محض بیٹھ کر تماشہ دیکھنے کے لئے نہیں بنی ہے۔ اس جماعت کے لوگوں کا فرض یہ ہے کہ دنیا میں خیر و عدل کا نظام قائم کرنے کے لئے جدو جہد کریں۔ اس جدو جہد میں ان کا قومی نفسانیتوں اور قومیت کے جھگڑوں سے الگ رہ کر خالص حق کے حامی و داعی کی حیثیت سے کام کرنا ضروری ہے۔ بلا شبہ عامۂ مسلمین کے ساتھ ان کا قومی تعلق ضرور ہے اور اگر عام مسلمانوں اور ان کے غیر مسلم ہمسایوں کے درمیان فی الواقع دین کی بنا پر لڑائی ہو تو اس سے الگ رہنے کے کوئی معنی نہیں ہیں، لیکن افسوس ہے کہ نہ مسلمان دین کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور نہ وہ کشمکش، جو ان کے اور غیر مسلموں کے درمیان برپا ہے، اس کی بنیاد یا اس کا مقصود دین ہے، اس لئے ہم اس کشمکش میں مسلمانوں کے مبتلا ہونے اور مظلوم یا ظالم بننے پر افسوس تو کر سکتے ہیں لیکن اس میں ان کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ اور یہ ساتھ نہ دینا بھی ایسی صورت میں حق بجانب نہیں قرار دیا جا سکتا کہ ہم محض تماشہ بین ہونے کی حیثیت سے بیٹھے دیکھتے رہیں، بلکہ یہ اسی صورت میں حق بجانب ہو سکتا ہے کہ ہم مسلمانوں اور ہندوؤں اور دوسرے تمام گروہوں کو خیر اور عدل کی دعوت دیتے رہیں اور خود اپنے طرزِ عمل سے ثابت کرتے رہیں کہ فی الواقع نظام خیر و عدل کے قیام کے سوا کوئی غرض ہمارے پیش نظر نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں ایک شبہ اور باقی رہتا ہے، جس کو صاف کرنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ ہم خواہ کتنے ہی انصاف کے ساتھ غیر جانبدار بنیں لیکن جب تک ہمارے نام، لباس اور معاشرت دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مشترک ہیں،

---

یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم خود بھی ان مظالم کے اندر رہ کر بے انصافیوں کے تختہ مشق بننے سے بچ جائیں جو کسی مقام کی غیر مسلم اکثریت غلبہ پانے کی صورت میں عام مسلمانوں پر کر رہی ہو؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اگر آپ کسی مقصد عظیم کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں تو اس جدوجہد کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنی تمام قوتوں کو صرف اسی ایک مقصد کی خدمت کے لئے وقف رکھیں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جو اس مقصد کو نقصان پہنچانے والا ہو۔ اس طرز عمل پر ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہنے میں جو خطرات اور نقصانات بھی ہوں بہرحال ان کو برداشت کرنا چاہیئے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مسلمان کے لئے اس کے تحفظ کی کوئی گارنٹی اس کے اپنے اخلاق کے سوا نہیں ہے۔ عام مسلمانوں نے اپنے آپ کو اس وقت جس حالت میں مبتلا کر لیا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے دین کے لئے جینا اور مرنا چھوڑ دیا ہے اور ان اخلاق فاضلہ سے بھی کنارہ کشی کر لی ہے جو اہل ایمان کے امتیازی اخلاق تھے۔ اسی چیز نے ان کو کمزور بھی کیا اور ان کے وقار کو بھی صدمہ پہنچایا۔ اب اگر اس حالت سے آپ نکل سکتے ہیں تو اس طرح نہیں کہ انہی غلطیوں میں اور انہی کے نتائج میں الجھتے چلے جائیں جو اب تک ہوتی رہی ہیں بلکہ صرف اس طرح نکل سکتے ہیں کہ جس جس مسلمان کو بھی ہوش آتا جائے وہ نفسانیت اور دنیا پرستی سے بالاتر ہو کر دعوت الی الخیر کو اپنا مشغلہ زندگی بناتا جائے اور ان اخلاق فاضلہ سے اپنے آپ کو سنوارے جو داعیان حق کے شایان شان ہو۔ جو شخص بھی ایسا کرے گا وہ اپنے گرد و پیش کے سارے انسانوں پر، خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق رکھتے ہوں، اپنا ایسا اخلاقی وقار قائم کر دے گا جو کسی پولیس اور فوج کی مدد سے قائم نہیں ہو سکتا۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم ہندو ریاست میں ہیں اور قلیل التعداد ہیں اور وہاں مسلمانوں کے لئے کوئی عزت اور امن نہیں ہے، لیکن کیا آپ بھول گئے ہیں کہ اب سے آٹھ نو سو برس پہلے خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ اجمیری کی ہندو ریاست میں جب آکر مقیم ہوئے تھے تو حالات اس سے بہتر تھے یا بدتر؟ اور اس وقت کس چیز نے ان کی حفاظت کی تھی؟

میرے برادران دینی خواہ میری بات سنیں یا نہ سنیں مگر میں تو یہی کہتا رہوں گا کہ تمہارے لیے اب اس کے سوا کسی چیز میں خیریت نہیں ہے کہ سچے مسلمان بنو اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمہارا جو فرض ہوا سے ادا کرو۔

# دار الکفر میں سود خواری

**سوال:-** ایک متدین بزرگ، جو ایک یونیورسٹی میں دینیات کے پروفیسر بھی ہیں اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:-

"جو تاجر یا زمیندار گورنمنٹ کو ٹیکس یا لگان دے رہے ہیں، اگر وہ ڈاک خانہ یا امپیریل بنک میں روپیہ جمع کرکے گورنمنٹ سے سود وصول کریں تو ان کو بقدر اپنے ادا کردہ ٹیکس و لگان کے گورنمنٹ سے سود لینا جائز ہے"

ایک دوسرے مشہور و معروف عالم دین اس سے آگے قدم رکھ کے فرماتے ہیں:-

"قرآن، حدیث، اجماع، قیاس، الغرض کسی بھی شرعی دلیل سے حربی کے اموال کی عدم اباحت کا ثبوت کوئی صاحب پیش کر سکتے ہوں تو کریں ...... افسوس کہ علمائے اسلام نے اس قیمتی نقطۂ نظر پر ٹھنڈے دل سے غور نہیں کیا، ورنہ ادھر ڈیڑھ سو سال میں مسلمان جن معاشی دقتوں میں مبتلا ہو گئے، غالباً یہ صورت حالات نہ ہوتی۔ ملک کے باشندوں کا ایک طبقہ سود لیتا رہا اور دوسرا طبقہ سود دیتا رہا، اس کی وجہ سے جو معاشی عدم توازن اس ملک میں پیدا ہو گیا ہے اس کی ذمہ داری اسلام پر نہیں، بلکہ زیادہ تر علماء پر اس لئے ہے کہ ان کے معاشی نظام میں اس صورت کا علاج موجود تھا لیکن انہوں نے ایک جزو پر عمل کیا اور دوسرے کو ترک کر دیا"

علماء کرام کی ان بحثوں نے ہم کو اس تذبذب میں ڈال دیا ہے کہ سود سے اجتناب کی جس روش پر ہم اب تک قائم ہیں کہیں وہ غلط تو نہیں ہے۔ یہ تو عجیب معاملہ ہوگا کہ ایک طرف تو ہم آخرت ہی کے اجر کی امید پر دنیا میں نقصان اٹھائیں اور دوسری طرف آخرت میں جا کر ہم کو یہ جواب مل جائے کہ تمہارا سود سے اجتناب کسی شرعی حکم کے مطابق نہ تھا لہذا تم کسی اجر کے مستحق نہیں ہو۔

**جواب:-** سود کی حرمت قرآن اور حدیث کی قطعی نصوص سے بالتصریح ثابت ہے، فقہ کی کوئی اصطلاحی بحث ان نصوص کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ لہذا آپ اطمینان رکھیں کہ علماء کے ان ارشادات کے باوجود آخرت میں آپ کا اجر محفوظ ہے۔